خانگی زندگی اور رمضان!

ڈاکٹر احمد عیسیٰ مصراوی ○ / ایمان مغازی الشرقاوی

یہ مشترکہ مضمون ان احساسات پر مبنی ہے کہ میاں بیوی کی سوچ میں ہم آہنگی رمضان کی قدر و قیمت اور اس کے اثرات کو کس قدر بڑھا دیتی ہے۔

میں، یعنی شوہر

سب سے پہلے تو میں نے قرآن میں رمضان کے بارے میں اللہ کا فرمان پڑھا:

فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ ؕ (البقرہ۲: ۱۸۴) اور جو اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے۔

اور حج کے حوالے سے بیان کردہ آیت پر غور کیا:

وَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۵۸﴾ (البقرہ۲:۱۵۸)اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔

یہ 'تطوّع' کیا ہے؟ کیا یہ شریعت اور اس کے شعائر سے ہوتا ہوا زندگی اور اس کے اعمال تک پھیلا ہوا ہے؟

روزے کے ضمن میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرنا چاہے اور ایک مسکین کے کھانے کا اضافہ کر لے، تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے خیر کے کوئی خاص معانی بیان نہیں کیے، جو کسی ایک نیکی پر مشتمل ہوں۔ پس روزے کے ساتھ مسکین کے کھانے کو جمع کر لینا بھی خوشی سے زیادہ کرنے والی بھلائی ہے، اور روزے کا فدیہ ادا کرتے ہوئے

○ الازہر یونی ورسٹی سے علوم حدیث میں تخصص۔ ترجمہ: ڈاکٹر میمونہ حمزہ

مساکین کی تعداد کو بڑھا لینا بھی 'تطوّع' ہی میں آتا ہے۔ یہ سب بھلائیوں میں برضا و رغبت اضافہ اور نوافل میں آگے بڑھ جانا ہے۔ (ابنِ کثیر)

یہ روزے کے بارے میں اسلام کا ابتدائی حکم ہے کہ مریض اور مسافر کو روزے کی چھوٹ ہے، رہا صحت مند مقیم شخص تو اس کے پاس اختیار ہے، وہ چاہے تو خود روزہ رکھے اور چاہے تو فدیہ ادا کرتے ہوئے کسی کو کھانا کھلا دے۔ اور اگر وہ ایک سے زیادہ مساکین کو کھانا کھلا دے تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے، اور اگر وہ روزہ رکھے تو یہ کھانا کھلانے سے بہتر ہے۔

حج کے بارے میں راجح قول ہے: اور جو کوئی فرض حج کی ادایگی کے بعد مزید حج اور عمرہ خوشی سے کرے، تو اللہ اس کی بہت قدر کرنے والا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں یہ عمل کرتا ہے۔ لہٰذا، وہ اس کی بہترین جزا دینے والا ہے، اور وہ اس کے ارادے اور مقصد کو جانتا ہے۔ (الطبری)

علما کا اس بارے میں کہنا ہے: جو خوشی سے بھلائی کا ارادہ کرے اور عمرہ کرے تو اللہ اس کا قدردان اور جاننے والا ہے، پس حج فریضہ ہے اور عمرہ 'تطوّع' (یعنی خوشی سے کی جانے والی نیکی)۔

ان دونوں آیات پر غور کرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ اسلام تطوّع (خوشی سے نیکی کرنے کے جذبے) پر اُبھارتا ہے، کیونکہ اس نیکی کے محرک کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہوتا ہے۔ پس، روزہ، حج، عمرہ اور بھوکے کو کھلانا سب اللہ کے لیے اخلاص برتنا ہے، اور زیادہ سے زیادہ عمل کرنا ہے۔ اس کے لیے وقت نکالنا، مال خرچ کرنا اور جدوجہد کرنا، یہی حقیقت میں 'تطوّع' کے عناصر ہیں، خواہ یہ دنیا کا 'تطوّع' ہو، سوچ اور فکر کا یا مادی اشیا کا۔ اور ہمارے نوجوانوں کو خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں اس تطوّعی عمل میں شریک ہونا چاہیے، خواہ وہ صلح کا کام ہو یا اصلاحِ نفس کا یا کوئی دوسری سرگرمی، یا وہ فرد اور معاشرے کی نمو اور افزایش کا کوئی کام ہو۔

اس حوالے سے ہمارے سامنے انبیا علیہم السلام کے تطوّع کی بہترین مثالیں اور نمونے موجود ہیں: کیا حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کی کفالت کو خوشی سے قبول نہیں کیا تھا؟ کیا حضرت یوسفؑ نے آگے بڑھ کر وزارتِ مال کی ذمہ داری اٹھانے کی پیش کش نہیں کی تھی؟ کیا موسیٰؑ نے اللہ کی رضا کی خاطر دو بہنوں کے جانوروں کو کنویں سے پانی نکال کر نہیں پلایا تھا؟ پھر ان کاموں کے انجام پر بھی نظر ڈالو۔ حضرت زکریاؑ، حضرت مریمؑ کی کفالت کرتے ہوئے ان کو اللہ کی جانب سے ملنے

والے پھلوں کے مشاہدے تک پہنچے، اور وہیں اللہ سے بیٹا مانگ لیا، جو اللہ نے عطا فرما دیا۔ رہے یوسفؑ تو اللہ نے انھیں مصر کی سرزمین میں اقتدار بخشا اور ان کے گھر والوں اور والدین کو ان سے لاملوایا۔ اور موسیٰؑ کا جانوروں کو پانی پلانا ان کی پناہ گاہ، شادی اور پختگی کے حصول کا سبب بن گیا!

اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے ابدی نمونہ ہے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کیا فرمایا: ہرگز نہیں، اللہ آپؐ کو کبھی رُسوا نہ کرے گا؛ آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، دوسروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کی راہ میں آنے والے مصائب پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔(بخاری)

ان کے عمل کی مثالیں دیکھیں تو آپؐ کعبہ کی تعمیر میں بنفسِ نفیس شریک ہوئے، خندق کھودنے میں اور مسجد کی تعمیر میں بھی حصّہ لیا! وہ مریضوں کی عیادت فرماتے اور یتیم کی کفالت اور اس کے مصائب کے حل پر ابھارتے اور بیواؤں کی مدد فرماتے اور انھیں کھانا کھلاتے۔

جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے محلہ داروں کی بکریاں دوہتے۔ جی ہاں! وہ خلیفہ بنے تو ان کے محلے کی ایک لڑکی نے کہا: ''اب تو آپ ہماری بکریاں نہیں دوہیں گے''۔ آپؓ نے اس کی بات سنی تو کہا: ''کیوں نہیں، اللہ کی قسم! میں اب بھی ان کا دودھ دوہوں گا''۔

آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب اور ان کی زوجہ اُم کلثوم کی ایک زچہ کی مدد کا واقعہ بھی سنا ہوگا، جب ان کی زوجہ ضرورت کے سامان کے ساتھ نومولود کے کپڑے، دیگچی، غلّہ اور گھی ساتھ لے کر پہنچی تھیں۔ وہ تو اندر خاتون کے پاس چلی گئیں اور حضرت عمرؓ اس کے شوہر کے پاس بیٹھ گئے اور دیگچی چولھے پر چڑھا دی، اور کھانا پکانا شروع کر دیا۔ اس کے شوہر کو علم بھی نہ ہوا کہ آپ کون ہیں۔

یہی وہ بھلائی اور نیکی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے:

> نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف پھیر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دِل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد

کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی ومصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔(البقرہ ۲:۱۷۷)

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: 'ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے'۔ کہا گیا: اگر کسی کے پاس استطاعت نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: 'وہ معروف یا خیر کا حکم دے'۔ کہا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے۔فرمایا: 'اپنے آپ کو شر سے روک لے، یہ بھی صدقہ ہے'۔(بخاری)

پس، خیر کے بہت سے دروازے ہیں اور خوشی سے نیکی کرنے والوں اور کرنے والیوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں، خاص طور پر مشکل اوقات اور جنگی مقامات پر انسانیت کی خدمت کے مواقع بہت سے ہیں۔ مشکلات میں گھرے انسانوں کو طبی، سکونتی، تعلیمی اور مالی امداد کی ضرورت ہوتی ہے، اور رمضان میں ان تمام نیکیوں کا اجر بڑھ جاتا ہے اور ثواب دو چند ہو جاتا ہے۔

وہ، یعنی بیوی

ہم نے رمضان المبارک میں اس اہم معاملے کا ذکر کیا ہے، جس جانب آپ نے اللہ کے فرمان کی طرف توجہ دلائی ہے:

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ (البقرہ ۲: ۱۸۴) اور جو اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے۔

آگاہ رہیں کہ یہ تطوّع بالخیر ہے۔اور اگرچہ یہ آیت اپنے سیاق میں روزے کے خیر کو بیان کر رہی ہے، جیسا کہ میں ذکر کر رہی ہوں، درحقیقت لفظ 'خیر' ہمارے سامنے بھلائی کی متعدد راہیں کھولتا ہے۔ ہمیں مطلقاً خوشی سے نیک اعمال کی جانب لپکنے پر ابھارتا ہے، اور ان اعمال کی فضیلت کو رمضان کے مہینے میں پانے کے لیے اور باقی مہینوں میں بھی اجر وثواب کے حصول پر آمادہ کرتا ہے۔

'تطوّع' کی رغبت تو انسان کے اندر سے پھوٹتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ استطاعت کے مطابق نفلی عبادات، مالی اخراجات (انفاق فی سبیل اللہ)، یا صحت، یا مال ومتاع، یا علم یا نصیحت جیسی مختلف نیکیوں میں جت جاتا ہے، جو تزکیۂ نفس کے وسائل ہیں، اور ان اعمال کو کرتے ہوئے اللہ کے لیے خالص نیت کا ہونا ضروری ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (الدھر ۷۶:۹) ہم

تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

لہٰذا، اجر صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ہے، اور وہ ہر بھلائی کا قدردان ہے اور نیکی کرنے والے سے واقف ہے، اور اسی سے اس نے اپنے اس فرمان میں ہمیں متنبہ کیا ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ (النساء ۴: ۱۱۴) لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر وبیش تر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں، اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضاجوئی کے لیے ایسا کرے گا، اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔

جب میں خوشی سے کی گئی نیکیوں اور بھلائیاں کرنے والوں کا ذکر کرتی ہوں، تو میرے سامنے متطوعین کے رہنما سرکردہ کویتی داعی ڈاکٹر عبدالرحمن السمیطؒ کا نام آتا ہے۔ جنھوں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ افریقی ممالک میں گزارا، جہاں انھوں نے اپنا وقت، مال اور صحت اور زندگی کی توانائیاں اس راہ میں لگا دیں اور لوگوں کو اللہ کے دین کی جانب دعوت دی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مثال تھے:

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ وَأَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ فَقَالَ: أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ يَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً ، أَوْ يَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا ، أَوْ يَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِي مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ ، مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ ، شَهْرًا (الصَّحِيحَة:۹۰۶، الترغيب والترهيب: ۲۶۲۳) [ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کی:] اے اللہ کے رسولؐ! اللہ کے ہاں محبوب ترین کون ہے؟ اور کون سے اعمال اللہ کو زیادہ پسند ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے، جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے، مشکل دُور کرتا ہے، قرض ادا کردیتا ہے، بھوک مٹاتا ہے۔ اور کسی شخص کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلنا، مجھے مسجد نبویؐ میں ایک ماہ کے

اعتکاف سے بھی زیادہ پسند ہے۔

اسی طرح مجھے ان کی وفادار اور صابر بیوی ام صہیب یاد آتی ہیں، جنھوں نے ان سارے معاملات میں ان کی مدد کی اور ان کی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری بھی ادا کی۔ ان کے ساتھ زاہدانہ زندگی بھی گزاری، اور ہر سرد و گرم سہا۔ ان کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر افریقہ منتقل ہوئیں اور تمام پریشانیوں کو برداشت کیا۔ وہ مشکلات کو کسی خاطر میں نہ لاتیں، بلکہ اس ساری سعی و جہد میں وہ اللہ کے تقرب کی لذت کو محسوس کرتیں۔ انھوں نے بڑے مزے سے ایک روز اپنے شوہر سے کہا: ''کیا جنت میں بھی ہم ایسی ہی لذت محسوس کریں گے، جیسی یہاں محسوس کرتے ہیں؟!''، کیا کہنے ایسی بیوی کے!

میرے ذہن میں اہمیت کے لحاظ سے عورت کے تطوّعی کردار کے کئی میدان آتے ہیں، جہاں ایک عورت آسانی سے بھلائیاں سمیٹ سکتی ہے، جیسے یتیموں کی کفالت اور بیواؤں اور بزرگوں کی نگہداشت، اور تنگ دست خاندانوں کی مدد، اور بھلائی اور خیر اور امداد کے کام کرنے والی انجمنوں کے کام میں حصّہ، خواتین کی مشکلات اور نوجوان لڑکیوں کے مسائل کا حل، اور معاشرے میں رائج غلط تصورات کی اصلاح، نوجوانوں کی تربیتی سرگرمیوں میں حصّہ۔ اسی طرح علم کی تدریس اور قرآن کی تحفیظ میں مدد اور معاشرے کی اصلاح میں ہمہ تن مدد۔ پس، عورت کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور معاشرے کو ایک سرگرم عورت کی تلاش ہے، جو شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے ان معاملات میں اپنا کردار ادا کرے۔

بلاشبہہ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون ایک مسلمان گھر کی صفات میں سے ہے۔ اسی طرح یہ ایک مسلم خاندان، ایک مسلم محلے اور ایک مسلم معاشرے کی صفات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو اس کا حکم دیا ہے، وہ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص (المائدہ۵:۲) اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

اگر معاشرہ بھی نیکی کے مختلف پہلوؤں میں معاونت کرتا ہے، وہ خیر کو پھیلانے، اور دوسروں کا احساس پیدا کرنے میں کردار ادا کرتا ہے، وہ اپنے افراد کے دلوں میں خوشی سے نیکی کرنے کے کلچر کو فروغ دیتا ہے، تو وہی معاشرہ، ترقی یافتہ اور باشعور کہلانے کا حق دار ہے۔ یہ بہت افسوس

کا مقام ہے کہ بعض افرادِ معاشرہ، یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کی مخالفت میں خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور شوہر بیوی پر بے جا پابندیاں عائد کر دیتا ہے اور وہ اس کے تطوّعی کاموں کی اجازت نہیں دیتا، جیسے دعوت الی اللہ کا کام، یا خیر کی کسی انجمن کے ساتھ مل کر تعلیم یا کسی عمل میں مدد دینا، حالاں کہ بیوی اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کی ادایگی اور اولاد کی نگہداشت کے فرائض ادا کرتے ہوئے یہ کام کرنا چاہتی ہے۔

دوسری جانب ایسی خواتین بھی ہیں، جو خیر کے کاموں میں بڑی خوشی سے بڑھ چڑھ کر شریک ہوتی ہیں، اور دن رات کی مشغولیت کا بڑا حصّہ انھی کاموں میں لگا دیتی ہیں۔ وہ اپنے شوہروں سے غافل ہو جاتی ہیں اور اپنی اولاد کو ضائع کر دیتی ہیں اور ان کی تربیت کا حق ادا نہیں کرتیں! یہاں معاشرے میں خیر کے کاموں کو متوازن کرنے کی ضرورت ہے، اور کسی افراط وتفریط کے بغیر معاشرے کی خدمت میں کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص رمضان میں خوشی سے نفل عبادات ادا کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اسے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی اسی خوشی سے حصّہ ڈالنا چاہیے۔ یقیناً اسے رمضان کے اجروثواب کو بڑھانے کی حرص رکھنی چاہیے۔ اس کی اللہ کے میزان میں بڑی قدرو قیمت ہے، ثواب اسی کے ذمے ہے، اور وہ اجر عطا فرماتا ہے۔ پس، رمضان ہر خیر کے کام کا موقع ہے، اور کیا ہی اچھا ہو کہ خوشی سے ہونے والے نیک کاموں کی کثرت ہو جائے، اور یہ روزہ دار کے لیے نافع ہو جائیں۔ وہ رکوع، سجدے اور دیگر عبادات سے اس کی روح کا تزکیہ کر دیں، اور اس کے ساتھ ہی وہ اعمال بھی شامل ہو جائیں جو وہ معاشرے اور اس کے افراد میں خیر پھیلانے کے لیے انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (الحج ۲۲: ۷۷) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو، اور نیک کام کرو، اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

(المجتمع، شعبان، ۱۴۳۹ھ، مئی ۲۰۱۸ء)